ساتھ ساتھ وہ دنیا کے اور بہت سے علمی 'تحقیقی اور معاشی اداروں سے بھی ذمہ دارانہ حیثیتوں سے وابستہ ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی سولہ اردو اور اٹھارہ انگریزی تصانیف بھی شائع ہو چکی ہیں۔ دنیا کی مختلف زبانوں: مثلاً عربی' فرانسیسی ' ترکی ' بنگالی ' جاپانی ' یوگوسلاوی ' جرمن ' انڈونیشی 'ہندی ' چینی ' کورین اور فارسی میں ان کی کتابوں کے تراجم بھی ہو چکے ہیں۔

سینٹ آف پاکستان میں ان کی تقاریر کے زیر تبصرہ مجموعوں میں پہلے حصے (پاکستان میں نفاذ اسلام) میں اسلامی ریاست ' اسلامی نظریاتی کونسل ' شریعت کی بالادستی اور نظام زکوۃ کے نفاذ کے موضوعات پر تقاریر شامل ہیں۔ پروفیسر صاحب نے اس امر پر زور دیا ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں شریعت کی بالادستی قائم کیے بغیر نہ تو مطلوبہ اسلامی معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ پاکستان نمونے کی اسلامی ریاست بن سکتا ہے 'جو قیام پاکستان کی غرض و غایت تھی۔

دوسرے حصے (پاکستان ' بھارت اور عالم اسلام) میں خارجہ پالیسی ' افغانستان ' بھارت 'کشمیر اور عالم اسلام کے اہم مسائل اور بحیثیت مجموعی پاکستان کی خارجہ پالیسی کی تشکیل نو کے لیے رہنما اصولوں پر مفصل اظہار خیال ملتا ہے۔ خورشید صاحب کا خیال ہے کہ ایک نظریاتی ریاست کی حیثیت سے ہماری خارجہ پالیسی کا ہدف ایک عادلانہ عالمی نظام کا قیام ہونا چاہیے۔ اسی طرح ہماری "اسلامی خارجہ پالیسی کو غیر فرقہ وارانہ ہونا چاہیے۔ ہمیں اسلامی حدود میں ایسے طریقہ کار وضع کرنا چاہییں جن سے پاکستان اور افغانستان میں شیعہ اقلیت اور ایران میں سنی اقلیت کے حقوق کو تحفظ اور ضمانت ملے اور یہ ملک اسلامی ہم مقصدیت کے باب میں باہم رواداری کی ایک روشن مثال قائم کر سکیں"۔ (ص ۱۸)۔

تیسرے حصے (جمہوریت ' پارلیمنٹ اور اسلام) میں سیاسی جماعتوں کی بحالی ' آٹھویں ترمیم اور متعلقہ معاہدہ ' نوکر شاہی اور جمہوری روایات ' جائزہ و احتساب (جونیجو ' پی پی پی اور آئی جے آئی کی حکومتیں) آزادی اظہار اور امن عامہ کے مسائل پر بحث شامل ہے۔ یہ بحث محض نظری نہیں ' بلکہ اس میں ملک و قوم کو درپیش عملی مسائل سے بھی تعرض کیا گیا ہے۔ پاکستان کی گذشتہ دس سالہ سیاست کے نشیب و فراز کی اس داستان سے 'سینٹ میں جمہوریت ' پارلیمنٹ اور خود نظریہ پاکستان کے تحفظ کے لیے ' پروفیسر خورشید احمد کی کاوشوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

چوتھا اور آخری حصہ (پاکستانی سیاست اور آئین) وفاق اور صوبوں کے تعلقات ' صدر کے صوابدیدی اختیارات ' دستور اور تعبیر دستور اور سینٹ کا کردار ' ایسے موضوعات پر پروفیسر موصوف کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔

ہر تقریر میں متعلقہ موضوع کی جزئیات تک کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پروفیسر صاحب زیر بحث موضوع کو اس کے وسیع تاریخی تناظر میں دیکھتے ہیں اور مختلف ادوار میں اس کی بدلتی ہوئی شکلوں کا جائزہ لیتے ہوئے

اس کی آخری صورت تک پہنچتے ہیں۔ یہ انداز کسی سیاست دان کی بجائے ایک ایسے اسکالر کا ہے ' جو اپنے موضوع سے بخوبی واقفیت کے ساتھ اظہار خیال پر بھی قدرت رکھتا ہو۔ قاری کے لیے یہ امر باعث مسرت ہے کہ ان مجموعوں کی ہر تقریر بہت محنت ' توجہ اور لگن سے تیار کی گئی ہے۔ تاریخی حوالوں اقتباسات اور تقابلی جائزوں نے ان تقاریر کو وقتی موضوعات پر ہونے کے باوجود مستقل اہمیت کی چیز بنا دیا ہے۔ ہمارے ہاں اول تو سیاسی فورموں پر اس قدر سنجیدگی اور محنت کے ساتھ تقریریں کرنے کا رواج ہی نہیں ہے ' اور پھر اس نوع کی تقریروں کو تحریری طور پر محفوظ کرنے کا چلن تو بالکل ہی نہیں ہے۔ سوائے چند گنی چنی مثالوں کے ' (علامہ اقبال ' قائداعظم میاں افتخار الدین اور مولانا عبدالحق کی تقریریں مدون و شائع کی جا چکی ہیں)۔ ہم اس نوع کے کسی مجموعے کا نام نہیں لے سکتے۔

ان مجموعوں میں اس قدر وسیع دوائر اور اتنے متنوع موضوعات پر کلام کیا گیا ہے کہ ایک قاری اگر کہیں مصنف کے نقطہ نظر سے اختلاف محسوس کرے تو یہ امر بالکل قدرتی ہو گا 'مگر اس میں شبہ نہیں کہ پروفیسر خورشید احمد کی تقاریر کے یہ مجموعے اپنے موضوعات کے ساتھ ان کی گہری دلچسپی ' سنجیدگی اور اخلاص کے مظہر ہیں۔ ان مجموعوں کو بلا تامل ہماری سیاسی و ملی تاریخ کی ایک اہم دستاویز قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہ چاروں مجموعے نہایت خوب صورت گٹ اپ کے ساتھ بہت اہتمام سے شائع کیے گئے ہیں۔ مضبوط اور مطلا جلدیں ' دیدہ زیب گرد پوش 'کمپیوٹر کی کمپوزنگ اور آفسٹ کاغذ نے حسن طباعت کا ایک معیار قائم کیا ہے۔ کہیں کہیں کتابت اور تدوین کی بعض خامیاں نظر آتی ہیں اور اس کے ساتھ وضاحتی اور تعارفی حاشیوں کی کمی بھی نظر آتی ہے مصنف نے ہر مجموعے کے پیش لفظ میں بالالتزام مرتبین کی "محنت" اور "عرق ریزی" کا ذکر کیا ہے اور اسی سے مرتبین کے ناموں کا پتا چلتا ہے 'مگر تعجب ہے کہ مرتبین کے نام 'کتاب کے اندرونی یا بیرونی سرورق ' پرنٹ لائن کے صفحے یا خود مرتبین کی تحریر کردہ تمہیدی سطور کے آخر میں 'کہیں درج نہیں ہیں۔ یہ تدوینی سقم اصلاح طلب ہے۔

مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ علم سیاست 'تاریخ اور سماجیات کے طالب علموں کے لیے ' متعلقہ مسائل کی تفہیم اور صحیح نتائج تک پہنچنے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ (زاہد منیر عامر)

سید مودودی کے جانشین اول 'میاں طفیل محمد: مرتب۔ پروفیسر کریم بخش نظامانی۔ تسنیم پبلی کیشنز' چوک اردو بازار' لاہور
صفحات ۲۹۳- قیمت ۱۵۰روپے۔

۱۹۳۹ میں ایک نوجوان وکیل نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر سن کر ان سے سوال کیا "خدارا مجھے بتایئے کہ ان حالات میں مخلص نوجوان کدھر جائیں ؟" شاہ صاحب کا جواب تھا: "بھائی